# مخالفت برائے مخالفت قومی مفاد میں نہیں

تحریر: سہیل احمد لون

1984 ءمیں اکتیس برس کی عمر میں وہ شہرت کی تقریباً ایسی تمام بلندیاں دیکھ چکا تھا جو ایک عام انسان خواہش کرسکتا ہے۔شہرت کا ماہتاب اپنی پوری آب وتاب کے ساتھ چمک رہا تھا کہ اس پر فٹنس کے سیاہ بادل چھا گئے،اسکی ٹانگ میں سٹریس فریکچر ہوگیا۔اسے ریاستی خرچے پر لندن علاج کے لیے بھیجا گیا جب اسے Cromwell ہسپتال سے ڈسچارج کیا گیا تو کافی مایوس دکھائی دے رہا تھا۔زندگی میں پہلی مرتبہ اس نے کافی روز شیو نہیں بنائی تھی۔ایک ٹانگ پر پلستر چڑھا تھا،آرتھوپیڈک چھڑی کے ساتھ وہ اپنے فلیٹ میں آ گیا۔یہاں پر اس سے ملنے کے لیے ڈیلی میل کے صحافی Woodridge آئے جس کے بعد انہوں نے اخبار میں خبر بھی شائع کی جس ے پڑھ کر جیف بائیکاٹ ان سے ملنے آئے۔کبھی کبھار کوئی پاکستانی کھلاڑی یا ٹیم آفیشل انکی خیریت دریافت انکے فلیٹ کا چکر لگا لیتا، Emma Sergeant نے اس دوران اس کی ایک پینٹنگ بھی بنائی جو کافی مقبول ہوئی۔ورزش میں کبھی ناغہ نہ کرنے والے کو حسرت بھری نگاہوں سے دوسروں کو کھیل کے میدان میں دوڑتا دیکھ کر اس کے دل میں یہ خیال آتا کہ کیا وہ دوبارہ اس مقام تک پہنچ پائے گا؟اس نے ٹی وی دیکھنا اوراخبار پڑھنا بند کردیا اوراس کے بعد اس نے صوفی ازم میں دلچسپی لینا شروع کردی،رومی اور علامہ اقبال کو پڑھنا شروع کردیا جس کے بعد اس میں ایک روحانی تبدیلی آنا شروع ہوگئی اس نے اپنے آپ سے کہا گھبرانا نہیں۔ یہ کوئی اور نہیں وزیراعظم عمران خان تھے جو اس وقت 51 ٹیسٹ میچوں میں پاکستان کی نمائندگی کر چکے تھے جس میں 14 میچوں میں بحثیت کپتان کھیلے۔انکی زندگی میں یہ مختصر دور ایسا آیا تھا جب وہ بھی شدید ذہنی دباؤ کا شکار ہوگئے تھے مگر جلد ہی اپنے آپ کو اس پیریڈ سے نکال لیا۔تقریباً دو ماہ بعد دوبارہ عمران خان نے ہائیڈ پارک میں ہلکی پھلکی ورزش کیساتھ دوڑ لگانا شروع کردی۔جب ٹیم میں دوبارہ کھیلنے آیا تو پہلے سے بھی زیادہ جاندار پرفارمنس دی اور ملک وقوم کو عالمی کپ جتوا کر کرکٹ خیرباد کہہ گیا۔فلاحی کاموں میں حصہ لینا شروع کیا تو اس میں بھی اپنی لگن اور جنون سے مثالی کام کر ڈالے۔سیاست میں پاؤں رکھا تو کرکٹ کی طرح اس میں کئی چیلنجز کا سامنا کرنا پڑا،انتخابی مہم کے دوران سٹیج کی کرین سے گر کر زخمی بھی ہوئے،بالآخر بائیس برس کی طویل جدوجہد کے بعد ایک مرتبہ پھر کپتانی کا تاج سر پر سج گیا۔کرکٹ اور فلاحی میدان میں کامیابیاں دیکھ کر لوگوں کو امید تھی کہ ملکی باگ ڈور ہاتھ میں آنے کے بعد اس میں بھی کوئی کرشماتی تبدیلی لائے گا جو شاید تیرہ چودہ ماہ میں ممکن نہیں۔معاشی پستی میں روز بروز اضافہ اس کے مخالفین سمیت عوام کب بھی تنقید کرنے پر مجبور کررہے تھے کہ اسی دوران اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی میں کا اجلاس آ گیا۔جس میں عمران خان طلسماتی شخصیت کا لوہا دنیا میں اس وقت منوایا جب اس نے وہاں بڑی مدلل تقریر کی۔ماحولیاتی آلودگی، آف شور کمپنیاں بنانے اور قومی خزانہ لوٹنے والے ترقی پزیر ممالک کی اشرافیہ کو معاشی طور پر مستحکم ممالک کا آشرباد دینا،اسلاموفوبیا اور حقیقی اسلام،مودی سرکار کا اصلی چہرہ اور کشمیر میں ہونے والے بھارتی مظالم ایسے انداز میں پیش کیا کہ بھٹو کی یاد آ گئی، بلکہ بھٹو کو بھی پیچھے چھوڑ دیا۔ اگر تاریخ دیکھی جائے تو ذوالفقار علی بھٹو کو اقوام متحدہ کا جنرل اسمبلی میں گرج کر بولنا اور نوٹس پھاڑ کر واک آؤٹ کر جانا ہی اسے شہرت کی

بلندیوں تک جانے کے لیے سیڑھی ثابت ہوا،اب سیاسی یا نظریاتی مخالفت میں یہ کہہ دینا کہ عمران خان نے اقوام متحدہ جنرل اسمبلی میں تقریر ہی کی ہے کوئی کشمیر آزاد تو نہیں کروالیا۔اگر بھارت میں دیکھا جائے تو وہاں مودی کی تقریر کی مخالفت میں کوئی نہیں بول رہا بلکہ توپوں کا رخ عمران خان ہی ہیں۔وزیراعظم پاکستان نے جن نکات کو بنیاد بنا کر تقریر کی بحیثیت پاکستانی ہمیں سیاسی اختلافات کو بالائے طاق رکھ کر اس کی حمایت کرنی چاہیئے۔تعجب کی بات یہ ہے کہ مخالفت کرنے میں وہ لوگ پیش پیش ہیں جو گزشتہ تین دہائیوں سے حکومتی ایوانوں میں ہیں،مولانا فضل الرحمٰن کو تو باقاعدہ عہدہ ہی کشمیر کاز پر دیا گیا تھا،عمران خان کی تقریر سے کیڑے نکالنے والے پہلے یہ بتائیں کہ انہوں نے اب تک یہ مسئلہ حل کیوں نہ کیا؟ 191 مالک کے سربراہان وہاں تقریر کرنے ہی آتے ہیں اور عمران خان نے بھی وہی کیا۔ذہنی بیداری اور دوسروں کو اپنا پیغام پہنچانے کے لیے تقریر ایک ایسا ذریعہ ہے جس سے دنیا میں امن،سکون،ترقی اور خوشحالی کے دروازے کھلتے ہیں۔اگر تاریخ اٹھا کر دیکھی جائے تو حضرت جعفر طیار نے نجاشی کے دربار میں تقریر ہی کی تھی، 20 اپریل 1964ء میں نیلسن منڈیلا نے بھی تقریر ہی کی تھی "I Am Prepared To Die," جو تاریخ کا حصہ بن گئی، 1963ء میں مارٹن لوتھر کی واشنگٹن ڈی سی میں نیو یارک کی طرف مارچ کرتے ہوئے "I Have A Dream," بھی ایک تقریر ہی تھی جو پولیٹیکل سائنس میں نصاب کا حصہ بن گئی، 19 نومبر 1863ء میں ابراہم لنکن کا خطاب "The Gettysburg Address," بھی تاریخی اہمیت کا حامل ہے، نومبر 1913ء برطانیہ میں Emmeline Pankhurst کی "Freedom Or Death" speech نے بھی تاریخ بنائی۔ضیاع الحق، یاسر عرفات وغیرہ بھی اقوام متحدہ میں بڑی جاندار تقاریر کر چکے ہیں۔ایک لیڈر کا کام لوگوں کو آگاہی دینا،راستہ دکھانا اور حل بتانا ہوتا ہے اور یہ ضروری نہیں ہوتا کہ ایک تقریر سے تمام مسائل حل ہو جائیں مگر لیڈر کو ذمہ داری احسن طریقے سے نبھانے پر اسے داد دینے میں کوئی حرج نہیں۔اقوام متحدہ جنرل اسمبلی میں تقریر ہی نہیں تھی بلکہ مودی کے خلاف ایک ایف آئی آر تھی جو کپتان نے کٹوا دی، 9/11 کے بعد اسلام کو جس انداز سے پیش کیا جا رہا تھا اس سے انتہاء پسندی اور دہشت گردی کا لیبل چپکایا جا رہا تھا، اسلاموفوبیا،لبرل اسلام اور ریڈیکل اسلام جیسی ٹرم عام ہو رہی تھیں جسے عمران خان نے ایک بین الاقوامی پلیٹ فارم پر بہت اچھے انداز میں تفصیل سے کلیئر کیا، نبی پاک ﷺ کی ذات اقدس سے ہونے والی کوئی ایسی بات جس سے مسلمانوں کو دلی تکلیف ہوتی ہے اس کا بھی دنیا کو بتا دیا جس کے لیے وہ تعریف کا مستحق ہے۔عمران خان کی سابقہ زندگی دیکھی تو پتہ چلتا ہے کہ وہ بڑے میچ کا بڑا کھلاڑی ہے اور حریف جتنا سخت وہ اس کی پرفارمنس اتنی بہتر ہوتی ہے۔جس کی ایک چھوٹی سی مثال یہ ہے کہ عمران خان نے ویسٹ انڈیز میں چھ ٹیسٹ میچوں میں اڑتالیس وکٹیں حاصل کیں ہیں یہ اس وقت کی بات ہے جب ان کو ہرانا تو دور کی بات ان سے ڈرا کھیلنا بھی جیت تصور کیا جاتا تھا۔1983ء میں کمزور سی ٹیم کے ساتھ سیمی فائنل تک رسائی حاصل کی، یہ وہ وقت تھا جب وہ خود بھی سٹریس فریکچر کی وجہ سے گیند بازی نہیں کر سکتے تھے،لندن میں ٹانگ کے آپریشن کے بعد اپنے آپ کو ایسا تیار کیا کہ پھر کبھی پیچھے مڑ کر نہیں دیکھا،ٹیم میں ہنگامی طور پر تبدیلیاں کیں جس کے لیے سخت فیصلے کیے اور جو کارکردگی نہیں دکھا رہا تھا اس کی چھٹی کروا دی۔اس وقت بھی حالات ایسے ہی ہیں بہت سے وزیر مشیر کارکردگی کے لحاظ سے ''بزدار'' ہی ثابت ہو رہے ہیں انکی جگہ نظریاتی اور اہل لوگوں کو ٹیم کا حصہ بنائیں،تاکہ سیاسی میدان میں بھی حقیقی اور مثبت تبدیلی دیکھنے کو

ملے عوام کو ڈیلیور کرنے کے لیے اپنی ٹیم سے عوام کا خون چوسنے والوں کو فوری نکالیں اور ان لوگوں کو ٹیم کا حصہ بنائیں جو تحریک انصاف اور پاکستان کی خاطر خون دینے والے ہیں۔ اس کے لیے اپوزیشن کو بھی اپنا کردار ادا کرنا ہوگا مگر مخالفت برائے مخالفت سے پرہیز کرنی چاہیئے۔

تحریر: سہیل احمد لون
سربٹن۔سرے
sohailloun@gmail.com
29-09-2019